اصول حدیث میں نقد کی روایت

ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ

صدر شعبہ اسلامی و عربی علوم، جامعہ سرگودھا

اصول حدیث میں نقد کا مفہوم:

اصول حدیث میں نقد کا مفہوم صحیح اور ضعیف کو الگ الگ کرنا ہے، حدیث کی تحقیق کے لیے صحابہ کرام باہمی طور پر ایک دوسرے سے حدیث کی نسبت پوچھ لیا کرتے تھے اور اس کے بعد اس کے حفظ و مذاکرہ کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"تزاوروا، وأكثروا ذكر الحديث فإنكم إن لم تفعلوايندرس الحديث"[1]

آپس میں ایک دوسرے سے ملا کرو اور کثرت سے حدیث کا مذاکرہ کیا کرو، کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو حدیث کا علم مٹ جائے گا۔

اسی ضمن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا معروف قول ہے:

"تذاكروالحديث، فإن حياته مذاكرته"[2]

حدیث کا مذاکرہ کیا کرو اس لئے کہ علم حدیث کی حیات و بقاء اس کے مذاکرے میں ہے۔

تقمیش: تحقیق حدیث کا بنیادی قاعدہ:

خطیب بغدادی (م 463ھ) اور دیگر اهل علم نے یحیی بن معین کا ایک قول نقل کیا ہے کہ:

"إِذَا كَتَبْتَ فَقَمِّشْ، وَإِذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ"[3]

جب لکھو تو سب لکھو اور جب آگے بیان کرو تو خوب تفتیش کرو۔

---

[1] ابو عبدالحکم ،النیشاپوری،معرفة علوم الحديث(بيروت:منشورات دار الآفاق الجديدة، 1980ء) ص 140۔

[2] ابو عبدالحکم ،نیشاپوری،معرفة علوم الحديث(بيروت:منشورات دار الآفاق الجديدة، 1980ء) ص 141۔

[3] البغدادي "تاريخ بغداد"(344/1)، و أخرج ابن عساكر في"تاريخ دمشق"(14/65)من طريق يزيد بن مجالد المعبر قال: سمعت يحيى بن معين يقول: " إِذَا كَتَبْتَ فَقَمِّشْ، وَإِذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ." وذكره المزى فى "تهذيب الكمال"549/31وأخرج الخطيب في"الجامع لآداب الراوي والسامع"(220/2) عن أبي حَاتِمٍ الرَّازِيَّ، قَالَ: «إِذَا كَتَبْتَ فَقَمِّشْ، وَإِذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ.«

یہی قول ابو حاتم الرازی سے بھی منقول ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ ایک محدث احادیث کی تمام اسانید اور طرق جمع کرے بعد ازاں ان میں سے صحیح روایات تلاش کر کے ان کی روایت کرے، گویا تصحیح روایت سے قبل اس کو آگے بیان نہ کرے۔ یہ قاعدہ محدثین اور علماء کا ہاں حدیث کو حاصل کرنے اور آگے روایت کرنے (تحصیل واداء) کے حوالہ سے ایک دستور اور ضابطہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

حافظ عراقی (م 806ھ) اپنی کتاب "شرح التبصرة والتذكرة"[4] میں ابو حاتم الرازي کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "التَّقْمِيْشُ والقَمْشُ أيضاً: جمعُ الشيءِ من هاهُنا وهاهُنا" تقمیش کا معنی ادھر ادھر سے مواد جمع کرنا ہے۔ گویا محدث کو جمع روایت میں استیعاب کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اس سے روایت کی توجیہ میں بھی مدد ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ يحيى بن معين کہا کرتے تھے کہ :

لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجهاً ما عقلناه[5]

اگر ہم تیس ذرائع سے حدیث نہ لکھتے تو اس کی کامل سمجھ حاصل نہ کر سکتے۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه[6]۔

جب تک کسی باب میں اس موضوع سے متعلق تمام طرق حدیث جمع نہ کئے جائیں تب تک اس کی خطاء واضح نہیں ہوتی۔

اسی ضمن میں امام أحمد بن حنبل فرماتے ہیں:

---

[4] حافظ عراق، أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي، شرح التبصرة والتذكرة (بيروت: دارالكتب العلمية، 2002ء) ج2 ص 47۔

5 الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، كتب الطرق المختلفة 2/ 270 .

6 الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، كتب الطرق المختلفة 2/ 270 .

الحديث إذا لم تجمع طرقه لم تفهمه ، والحديث يفسر بعضه بعضاً۔[7]

جب تک تمام طرق جمع نہ ہوں حدیث کا کامل فہم حاصل نہیں ہوتا،ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔

امام ابن معین -رحمہ اللہ- یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

اكْتُبِ الْحَدِيثَ خَمْسِينَ مَرَّةً، فَإِنَّ لَهُ آفَاتٍ كَثِيرَةً ۔[8]

حدیث کو پچاس مرتبہ لکھو کیونکہ اس میں کئی مسائل (غلطی کے امکانات) رہتے ہیں۔

حضرت ابن مبارک کا قول ہے :

إذا أردت أن يصح لك الحديث فاضرب بعضه ببعض۔[9]

جب تو ارادہ کرے کہ تیرے پاس صحیح حدیث ہو تو (اس نوعیت کی دیگر) احادیث کو ایک دوسرے سے موازنہ کرو۔

امام مسلم بن حجاج القشیری فرماتے ہیں:

فبجمع هذه الروايات ومقابلة بعضها ببعض تتميز صحيحها من سقيمها ، وتتبين رواة ضعاف الأخبار من أضدادهم من الحفاظ[10]

پس روایات کو جمع کرکے ایک دوسرے کا ساتھ ان کا تقابل کیا جائیگا جس کے ذریعہ صحیح احادیث سقیم سے ممیز ہو جائیں گی اور روایات کو نقل کرنے والے ضعیف راوی اپنے اضداد یعنی حفظ وضبط میں ماہر راویوں سے جدا ہو جائیں گے۔

انتقاد روایت کا اہتمام:

عہد تابعین میں بھی یہی اہتمام رہا، حدیث کے راویوں پر البتہ جرح وتعدیل کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا،اس کے ساتھ ہی روایت کی سند اور اس چھان بین کا رواج بھی شروع ہوا،اس ضمن ابن سیرین (م110ھ) خاصے مستعد واقع

7الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، كتب الطرق المختلفة 2/ 270 .

[8]أخرجه الخطيب في"الجامع،212/2

9 الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع ، بيان علل المسند 2/ 354 .

و أخرجه الخطيب في"الجامع،295/2،

10 التمييز ص 209 .

ہوئے، حافظ ابن رجب کا قول ہے کہ "ابن سیرین "هواول من انتقد الرجال "[11] یعنی ابن سیرین پہلے شخص ہیں جنہوں نے رجال پر تنقید کا آغاز فراہم کیا۔ خود امام ابن سیرین (م 110ھ) فرمایا کرتے تھے:

"انَّ هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذونَ دينَكم۔"[12]

یہ علم (حدیث) دراصل دین ہے، تو خوب احتیاط برت اور دیکھ بھال کر لیا کرو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔

امام ابن سیرینؒ (م 110ھ) نے سند کی ضرورت، اہمیت اور اس کی ابتدا کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

"لم يكونوا يسألونَ عنِ الاِسنادِ فلما حدَثَتِ الفتنه قالوا: سمّوا لنا رِجالَكم، فينظرُ الى اهل السنةِ فيؤخذُ حديثهم، و ينظرُ اهل البدعةِ فلا يؤخذُ حديثهم"۔[13]

یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے استفسار کیا کہ کیا آپ تابعین میں سے کسی ایسے ایک شخص کو بھی جانتے ہیں جو رجال حدیث کی اس طرح تحقیق و تفتیش کرتا ہو جیسا کہ ابن سیرین کیا کرتے ہیں تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ ابن سیرین وہ شخصیت ہیں جو حدیث کا بدقت نظر جائزہ لیتے اور سلسلہ سند کی خوب تحقیق و تفتیش کرتے، اس سے قبل ایسی شخصیت کو کم از کم میں نہیں جانتا۔[14] سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ (م 156ھ) کا قول معروف ہے:

"الاِسنادُ من الدين، ولو لا الاِسنادُ لقال من شاءَ ما شاءَ۔"[15]

علم حدیث کے ان ماہرین تنقید کاروں کی بدولت ہی احادیث کی روایت مستند طریقے سے ہم تک پہنچی ہے۔ ان حضرات نے حدیث کی صحت و ضعف کی تعیین میں علتوں کی چھان بین کے اصول وضع کئے، سند کے ساتھ ساتھ متن حدیث کے درست فہم و توضیح کے لئے علل کا استخراج کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت مشکل تھا، اسی لئے اس فن کے ماہرین بھی بڑے درجہ کے محدثین شمار ہوتے ہیں، امام علائی فرماتے ہیں:

وهذا الفن أغمض أنواع الحديث ، وأدقها مسلكاً ، ولا يقوم به إلا من منحه الله فهماً غايصاً ، واطلاعاً حاوياً ، وإدراكاً لمراتب الرواة ، ومعرفة

---

[11] ابن رجب الحنبلی،شرح العلل (بیروت:عالم الکتب،1985ء) ج ۱ ص 52

[12] مسلم بن حجاج، مقدمة الجامع الصحيح ، ج1 ص33

[13] مسلم بن حجاج، مقدمة الجامع الصحيح ، ج1 ص38

[14] ابن رجب الحنبلی،شرح العلل (بیروت:عالم الکتب،1985ء) ج ۱ ص 53

[15] مسلم بن حجاج، مقدمة الجامع الصحيح ، ج1 ص33

ثاقبة . ولهذا لم يتكلم فيه إلا أفراد أئمة هذا الشأن وحذاقهم كابن المديني ، والبخاري ، وأبي زرعة ، وأبي حاتم وأمثالهم[16].

بعد ازاں اسی اہمیت کے پیش نظر محققین اہل علم نے ان تنقید کاروں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا، امام حاکم نے ان کو دس طبقات میں تقسیم کیا ہے۔[17] بعد کے اہل علم مزید طبقات میں ان کی تقسیم کی، علی سبیل المثال حافظ ابن حبان البستی نے عہد صحابہ سے لے کر تیسری صدی ہجری کے آخر تک تمام مراحل اور طبقات کا ذکر کیا ہے، تابعین نے رجال پر صحابہ کی تحقیق و تفتیش کے بعد ان کے مسلک اور طریقہ کار کو اپنایا اور کبار تابعین اہل مدینہ کی ایک جماعت سے راہنمائی لی۔ ان میں سے سعید بن مسیبؒ اور قاسم بن محمد بن ابو بکرؒ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؒ اور علی بن حسین بن علیؒ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؒ اور عبید اللہ بن عبداللہ بن مسعودؒ اور خارجہ بن زید بن ثابتؒ اور عروۃ بن زبیر بن عوامؒ اور ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؒ اور سلیمان بن یسارؒ ہیں۔ ان تمام لوگوں نے سنن کو حفظ کرنے میں بڑی محنت کی اور ان کے حصول کے لیے سفر کیے۔ اسی طرح ان کی تحقیق و تفتیش کرتے ہوئے ان کو سمجھنے کی کوشش کی، اُن کے بعد ایک دوسری جماعت نے ان پہلوؤں سے علم حاصل کیا اور طرق کی تلاش کی اور رجال کو پرکھا اور سنن کو جمع کرنے کے لیے سفر کیے۔ ان میں سے زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری اور ہشام بن عروۃ بن زبیر اور سعد بن ابراہیم ہیں۔ پھر ان میں سے ایک جماعت نے نقد رجال اور تفقہ فی الدین کا علم حاصل کیا۔ ان میں سے سفیان بن سعید ثوریؒ اور مالک بن انسؒ اور شعبہ بن حجاجؒ اور عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعیؒ اور حماد بن سلمہؒ اور لیث بن سعدؒ اور حماد بن زیدؒ ہیں لیکن ان میں سے مالک، ثوری اور شعبہ نے احادیث و سنن کی حفاظت پر بہت زیادہ محنت سے کام لیا۔ اِن سے اُن کے بعد والوں میں سے عبداللہ بن مبارکؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ اور وکیع بن الجراحؒ اور عبدالرحمن بن مھدیؒ اور محمد بن ادریس شافعیؒ ہیں کہ جنہوں نے حدیث کی جانچ پرکھ اور نقد رجال اور ضعفاء کی تفتیش اور نقل کے اسباب کے بارے میں بحث سے کام لیا۔ ان تمام میں سے سب سے زیادہ تقویٰ اور سنن کے تفقہ والے دو لوگ تھے، یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مھدی۔ ان کے بعد ان سے احادیث لینے کا کام اور آثار میں نقد رجال کا کام یہاں تک کہ سنن کے جمع کرنے میں دوسرے شہروں کا سفر اور پھر متروکین پر جرح اور ضعفاء پر قدح کا کام کیا اور انہوں نے ثقات، مدلسین، آئمہ اور متروکین کے احوال کی کیفیت کو بیان کیا، ان میں سے امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ اور علی بن المدینیؒ اور ابو بکر بن ابی شیبہؒ اور اسحاق بن ابراھیم الحنظلیؒ اور عبید اللہ بن عمر القواریریؒ اور زہیر بن حرب ابو خیثمہؒ ہیں۔ لیکن ان تمام میں سے سب سے زیادہ تقویٰ والے اور متروکین سے تفتیش کرنے والے اور تمام علم حدیث کو سب سے زیادہ لازم پکڑنے والے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے جرح و تعدیل اور علل الحدیث کا علم حاصل کرنے والے محمد بن یحییٰ الذھلی اور عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی اور ابو زرعہ عبید اللہ بن عبدالکریم الرازی اور محمد بن اسمٰعیل البخاری اور مسلم بن حجاج اور ابو داؤد سلیمان بن اشعث ہیں۔ ان لوگوں نے حفظ پر زور دیا اور کتابت سے بھی کام لیا اور احادیث کو جمع کرنے کے لیے دُور دراز کے سفر کیے اور درس و تدریس اور تصنیف و مذاکرہ اور سنت پر ہمیشگی کی۔ ہم تک علم اسماء الرجال، علم جرح و تعدیل اور علوم الحدیث وغیرہ کی بحفاظت منتقلی اِن ائمہ ہی کی بدولت ہے۔ یہ ائمہ نہ ہوتے تو شاید

---

[16] ابن حجر ، النكت على كتاب ابن الصلاح 2/ 777.

[17] معرفة علوم الحديث،ص 52

یہ آثار نہ ملتے اور یہ اخبار مضمحل ہو چکے ہوتے۔ صحیح احادیث نہ ہوتیں تو گمراہی و خواہشات عروج پر ہوتی اور اہل بدعت اور اندھے لوگ بلندیوں کو چھو رہے ہوتے لیکن ان آئمہ کی کاوشوں سے آج اہل بدعت کا خاتمہ ہو گیا اور اہل سنت عروج پر ہیں۔[18]

وقال ابن رجب : الجهابذة النقاد العارفون بعلل الحديث أفراد قليل من أهل الحديث جداً وأول من اشتهر في الكلام في نقد الحديث ابن سيرين ، ثم خلفه أيوب السختياني ، وأخذ ذلك عنه شعبة ، وأخذ عن شعبة يحيى القطان وابن مهدي ، وأخذ عنهما أحمد ، وعليّ بن المديني ، وابن معين ، وأخذ عنهم مثل : البخاري ، وأبي داود ، وأبي زرعة ، وأبي حاتم ، وكان أبو زرعة في زمانه يقول : " قَلّ من يفهم هذا ، وما أعزّه ، إذا رفعت هذا عن واحد واثنين ، فما أقل من تجد من يحسن هذا ! " ولما مات أبو زرعة ، قال أبو حاتم : " ذهب الذي كان يحسن هذا المعنى - يعني أبا زرعة - ما بقي بمصر ولا بالعراق واحد يحسن هذا " وقيل له بعد موت أبي زرعة : تعرف اليوم أحداً يعرف هذا ؟ قال : لا " . وجاء بعد هؤلاء جماعة منهم : النسائي ، والعقيلي ، وابن عدي ، والدارقطني ، وقلَّ من جاء بعدهم من هو بارع في معرفة ذلك ، حتى قال أبو الفرج بن الجوزي في أول كتابه " الموضوعات "(19) : قد قَلّ من يفهم هذا ، بل عُدِمَ . والله أعلم . انتهى كلامه (20).

- وقال ابن حجر :

المعلل وهو من أغمض أنواع علوم الحديث ، وأدقِّها ، ولا يقوم به إلا من رزقه الله فهماً ثاقباً ، وحفظاً واسعاً ، ومعرفة تامة بمراتب الرُّواة ، وملكة قوية بالأسانيد والمتون . ولهذا لم يتكلم فيه إلا القليل من أهل هذا الشَّأن كعلي بن المديني ، وأحمد بن حنبل ، والبخاري ، ويعقوب بن شيبة ، وأبي حاتم ، وأبي زرعة ، والدَّارقطني(21) .

---

[18] البستی،ابن حبان،المجروحين والضعفاء والمتروكين (القاہرۃ: دارالوعی،1396ء)ج 1ص58.

(19)النكت على كتاب ابن الصلاح 1 / 102 .

(20) جامع العلوم والحكم 2/ 107.

(21) نزهة النظر في شرح نخبة الفكر ص 44 .